بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہمان اداریہ

از: حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب
صدر دارالعلوم کراچی

تغیر پذیر حالات میں
اجتماعی اجتہاد کی ضرورت
جدید فقہی مسائل پر اجتماعی غور وخوض کی ضرورت

حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ملک کی جانی پہچانی معروف علمی شخصیت ہے۔موصوف ایک مشہور علمی گھرانے کے چشم و چراغ اور اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا مفتی محمد شفیع نور اللہ مرقدہ کے صحیح معنوں میں جانشین ہیں۔ملک کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم کراچی کے رئیس اور صدر مفتی ہے۔موصوف عرصہ دراز سے ہمیشہ جامعہ المرکز الاسلامی بنوں کے بانی و مہتمم حضرت مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب ایم این اے اور اراکین جامعہ کے ساتھ والہانہ عقیدت، محبت اور شفقت کا معاملہ فرماتے ہیں۔اور بارہا اہم علمی امور میں مفید مشوروں اور بہترین تجاویز سے نوازتے ہیں۔سہ ماہی المباحث الاسلامیہ کے اجراء و اشاعت پر خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا۔اور ڈھیروں دعاؤں سے نوازا۔اصاغر کیلئے اکابر کی دعا اور سرپرستی، سعادت اور حسن انجام کی علامت ہوتی ہے۔ذیل میں حضرت کا خط بمعہ خطبہ صدارت من وعن پیش کیا جاتا ہے۔امید ہے قارئین حظ وافر حاصل کریں گے۔(ادارہ)۔

محترم جناب مولانا سید نصیب علی شاہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گرامی نامہ مورخہ ۲۰۰۳/۶/۴ء نظر نواز ہوا اور ساتھ سہ ماہی مجلّہ ''المباحث الاسلامیہ ''وصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔جدید مسائل پر علمی تحقیق اور فکر کو اہل علم کے وسیع دائرے تک پہنچانے اور باہمی تبادلہ خیال کا موقع فراہم کرنے کے لئے یہ بہت ہی مفید اقدام ہے دل کی گہرائیوں سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو آسانی اور عافیت کے ساتھ کامیابی عطا فرمائے اور نئے فارغ

التحصیل ہونے والے نوجوان علماء کرام کے لئے مشعل راہ بنائے۔ مجمع الفقہ الاسلامی ہند جس کے روح رواں حضرت مولانا مجاھد الاسلام قاسمی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ اس کے دوسرے سیمینار میں جو دہلی میں منعقد ہوا، ناچیز شریک تھا اس وقت جو خطبہ صدارت ناچیز نے پیش کیا وہ اگرچہ پہلے سے تحریر کردہ نہیں تھا لیکن ٹیپ ریکارڈ کے ذریعے محفوظ کرلیا گیا تھا اور ہندوستان کے بعض مجلات میں شائع بھی ہوا تھا، اس کی ایک فوٹو کاپی ارسال ہے اگر آپ سہ ماہی المباحث الاسلامیہ کی کسی اشاعت میں شامل کرنا چاہیں تو بخوشی کرسکتے ہیں۔ آپ نے یہ رسالہ بھیج کر اپنی جس محبت کا اظہار فرمایا ہے وہ میرے لئے باعث مسرت وتقویت ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی جزائے خیر عطا فرمائے۔

والسلام

(محمد رفیع عثمانی عفی اللہ عنہ)

رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

خطبہ مسنونہ کے بعد:

اس اجتماع کا جو سب سے بڑا فائدہ ہے وہ یہ ہے کہ یہاں قدیم اور جدید علوم کے ماہرین کو جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس زمانہ میں سیاسی، تمدنی، اقتصادی، طبی وغیرہ مسائل اتنے پھیل گئے اور اتنے گوناگوں ہوگئے ہیں۔ کہ ان کے متعلق قرآن وسنت کی روشنی میں احکام شرعیہ کو مرتب اور مستنبط کرنا صرف اسی شخص کے بس کا کام ہوسکتا تھا جو مجتہد مطلق کہلانے کا اہل ہوتا۔ لیکن مجتہد مطلق کا جو مقام ہے جو شرائط ہیں آپ حضرات جانتے ہیں ان کے پیش نظر آج دور دور تک کوئی ایسی شخصیت نظر نہیں آتی جو مجتہد مطلق کا دعوی کرسکے لیکن حالات سیاسی میدان میں، اقتصادی میدان میں، معاشی میدان میں اور مختلف شعبہ ہائے حیات میں اتنی تیزی سے بدل رہے ہیں۔ اور اتنے بڑے پیمانے پر ان میں تبدیلی رونما ہو رہی ہے کہ نت نئے فقہی مسائل پیدا ہو رہے ہیں جن میں امت کی رہنمائی کا فریضہ بہر حال علماء امت پر ہی عائد ہوتا ہے۔

صورت حال یہ ہے کہ قرآن کو جو کچھ بیان کرنا تھا وہ بیان کر چکا، سرکار دو عالم ﷺ کو اپنی بعثت کے بعد تئیس سالہ زندگی میں قرآن کریم کی جو تشریح فرمانی تھی وہ فرمادی، اسلاف امت نے ان دونوں چیزوں کی حفاظت کی، نظم قرآن کی بھی اور معانی قرآن کی بھی۔ ہمارا دعویٰ اور عقیدہ ہے کہ اب کوئی نئی شریعت آنے والی نہیں ہے، کسی اور نبی کے آنے کا امکان نہیں ہے، اللہ نے اپنے دین کی تکمیل کردی ہے اور اللہ نے ہمیں ایسی امت بنایا جو آخری امت ہے اور قیامت تک تمام مسائل کا سامنا اسی امت کو کرنا ہے۔

ان حالات میں جبکہ تبدیلیاں تو معاشرہ میں اتنی تیزی سے آرہی ہیں اور اتنے بڑے پیمانے پر آرہی ہیں۔

ہمارا فقہی ذخیرہ جس میں بلاشبہ ان تمام چیزوں کا حل اصولی طور پر ضرور موجود ہے۔مگر جزوی طور پر اور جزئیات کی صورت میں وہ پوری طرح کفالت نہیں کررہا ہے۔

علماء امت کی ذمہ داری:

زندگی رواں دواں ہے، زندگی کا یہ قافلہ کسی کا انتظار نہیں کرتا یہ مسائل جو روز بروز پیدا ہورہے ہیں ان کے بارے میں امت مسلمہ کی نظریں علماء امت ہی کی طرف اٹھ رہی ہیں، اقتصادی میدان میں آپ کیا کہتے ہیں؟ طبی مسائل جو پیدا ہورہے ہیں ان میں آپ کی رہنمائی کیا ہے؟ معاشرت اور سیاست کے میدان میں جو نت نئے نظریات، مسائل اور رسوم جڑیں پکڑرہے ہیں ان میں اسلام کی کیا ہدایت ہے؟ اس سلسلے میں نظریں علماء کرام ہی کی طرف اٹھ رہی ہیں، اور اس کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی اس مسئولیت کو پورا کرنے کے لیے وہ جدوجہد اختیار کریں جو ہمارے اسلاف کا وطیرہ رہی ہے، کیونکہ ابھی امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول آپ سن چکے ہیں کہ ''اگر محمد بھی سوگیا تو یہ پوچھنے والے کس سے پوچھیں گے'' جو ذمہ داری اس وقت ائمہ مجتہدین پر اور ایک ایک امام پر آرہی تھی اب جب کوئی شخص ان کی جگہ لینے والا نہیں ہے تو ہمیں یہ تسلیم کرنا چاہیے کہ وہ ذمہ داری جو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے کندھوں پر تھی آج وہ ہم میں سے کسی ایک کے کندھے پر تو نہیں، لیکن ہمارے مجموعہ کے اوپر یہ ذمہ داری موجود ہے جس کا تقاضا ہے کہ تحقیق مسائل کے لیے راتوں کو جاگا کریں۔'' من طلب العلیٰ سهر الليا لى''.

مجھے والد محترم کا بیان کردہ ایک واقعہ یاد آرہا ہے وہ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے تھے، علامہ عثانیؒ فرماتے تھے کہ علامہ انور شاہ کشمیری جب مرض الموت میں تھے ہروقت یہ خطرہ تھا کہ کسی بھی وقت وفات کی خبر آجائے گی ایک رات تہجد کے وقت دیوبند میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ علامہ کشمیری کی وفات ہوگئی ہے علامہ شبیر احمد عثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت بیتاب ہوکر جلد محلہ خانقاہ کی طرف حضرت کو دیکھنے کے لئے چلا۔''حضرت'' کے کمرے میں پہنچا تو دیکھا کہ لالٹین جل رہی ہے۔اس زمانے میں بجلی نہیں تھی۔اجازت لیکر حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت شاہ صاحب دوزانو بیٹھے ہیں، کتاب''شامی'' ہاتھ میں لیے لالٹین پر جھکے ہوئے''شامی'' کے مطالعہ میں غرق ہیں بہت سخت علالت اور ضعف کا زمانہ تھا، علامہ شبیر احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بطور شکایت عرض کیا کہ:۔

''حضرت ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی وہ یہ کہ شامی میں کونسا ایسا مسئلہ ہے جس کو آپ نے پہلے سے نہ دیکھا ہو، اور جو آپ کا دیکھا ہوا ہوتا ہے، وہ آپ کو یاد بھی ہوتا ہے اور اگر کوئی مسئلہ ایسا تھا کہ جو آپ نے دیکھا نہیں تھا اور آپ کو یاد بھی نہ تھا...... تو ہم آپ کے غلام

کیا مر گئے تھے؟ ہم میں سے کسی کو حکم دیتے وہ مسئلہ نکال کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیتا، اس تکلیف میں آپ اتنی مشقت اٹھا رہے ہیں"۔

علامہ عثمانی فرماتے ہیں کہ حضرت شاہ صاحب مجھے دیکھنے لگے اور فرمایا کہ "بھئی! یہ بھی ایک بیماری ہے" تو حضرات! اگر تحقیق و جستجو اور مطالعہ کی عادت ایک بیماری ہے تو اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ یہ بیماری ہم سب کو لگا دے، سچی بات یہ ہے کہ ہماری یہ بیماری چھوٹ گئی اور ہم صحت یاب ہو گئے یہ سارا زوال اسی کی نحوست سے ہے، یہ بیماری ہمارے بزرگوں کی تھی راتوں کو جاگ کر انہوں نے امت مسلمہ کی رہنمائی کی ہے، دوستو اور بزرگو! بہت بھاری ذمہ داری ہم پر ہے۔

جزوی مسائل میں جزوی اجتہاد:

اب وقت نہیں رہا کہ صدیوں سال پہلے ہمارے اسلاف نے بہت عرق ریزی کے ساتھ جو کتابیں اور فتاوی مرتب کئے تھے محض کو دیکھ کر اور گردوپیش سے آنکھ بند کر کے فتوی دیتے چلے جائیں۔ کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ بہت سے مسائل عرف مقام اور حالات زمانہ پر مبنی ہوتے ہیں.....والد صاحب بکثرت فرمایا کرتے تھے کہ فقہاء کرام کا مشہور قاعدہ ہے: **من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل**........ حالات زمانہ پر جب تک نظر نہ ہو امت کی رہنمائی نہیں کی جاسکتی فتویٰ اور تفقہ کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا۔ ان حالات میں ہماری ذمہ داریاں بہت بڑھ گئی ہیں۔ قوی میں انحطاط ہے حالات میں ناسازگاری ہے ہر شخص اپنے اپنے حالات میں گرفتار ہے علمی صلاحیتیں بھی دن بدن کم ہوتی جارہی ہیں دوسری طرف مسائل بڑھتے جارہے ہیں اور نئے نئے علوم سامنے آرہے ہیں۔ ان حالات میں اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ جزوی مسائل میں جزوی اجتہاد کے راستے کو رواں دواں رکھا جائے، جزوی مسائل میں اجتہادفی المسائل میں ہمارے تمام فقہاء اور اکابر الحمد للہ بڑے بڑے کارنامے چھوڑ گئے ہیں۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی امداد الفتاوی ایک ایسی چیز ہے جو ان کے اجتہادی کارناموں کا واضح ثبوت ہے اور ساتھ ہی حسین یادگار بھی ہے۔

کیا اجتہاد کا دروازہ بند ہے؟

یہ تصور بہت سے حلقوں میں اب بھی موجود ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔ والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا آج بھی بند نہیں ہے اور آئندہ بھی بند نہیں ہوگا ہاں اس دروازے میں داخل ہونے کے لئے چند شرائط ہیں۔ اس زمانہ میں وہ شرائط افراد میں موجود نہیں رہے، اسی واسطے سمجھا جارہا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے، بھلا قرآن و سنت کا بھی دروازہ بند ہوگا؟

ہمارے اکابر نئے مسائل میں مسلسل اجتہاد کرتے رہے ہیں۔ امداد الفتاوی کو اٹھا کر آپ دیکھیں خاص طور سے کتاب البیوع اور معاملات کے جو مسائل ہیں ان کے اندر اجتہادفی المسائل آپ کو جگہ جگہ ملے گا ان میں صرف یہی کام نہیں کیا گیا کہ یہ بتا دیا جائے کہ جائز

ہے یا ناجائز ہے، میں نے اپنے والد ماجد سے بار بار سنا وہ ہمیں تلقین فرمایا کرتے تھے کہ معاملات بیوع وشراء سے متعلق، لین دین سے متعلق جب مسائل آئیں تو مفتی کے لئے یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ یہ معاملہ ناجائز ہے بلکہ وہ یہ بھی بتلائے کہ جائز راستہ کیا ہے؟ یہ بتانا بھی مفتی کی ذمہ داری ہے ورنہ خطرہ ہے کہ بہت سے لوگ دین سے مایوس ہو کر اس طرح مرتد ہو جائیں گے کہ ان کو خبر بھی نہیں ہوگی کہ وہ مرتد ہو گئے ہیں۔

جدید مسائل کے حل میں فقہاء امت اور علوم جدیدہ کے ماہرین میں تعاون کی ضرورت:

ان حالات میں کسی ایک فرد کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اجتہاد فی المسائل کسی خاص میدان میں تنہا کر سکے، مثلاً معاملات ہی کے باب میں اجتہاد فی المسائل تنہا کوئی شخص کر سکے، اور سارے مسائل کو حل کر دے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حالات زمانہ نے اور پچھلے دو سو سال کے سیاسی حالات نے جدید وقدیم علوم کے درمیان ایسی خلیج حائل کر دی ہے کہ جن مسائل کا ہمیں حکم معلوم کرنا چاہیے ان مسائل کی صحیح صورت حال ہمیں نہیں معلوم اور جن حضرات کے سامنے صورت مسئلہ ہے انہیں جواب معلوم کرنے کا راستہ نہیں معلوم۔

میں مبارکباد پیش کرتا ہوں اسلامک فقہ اکیڈمی کے کارکنان حضرات کو خاص طور پر جناب مولانا مجاہد الاسلام قاسمی صاحب کو کہ انہوں نے اس مشکل مسئلہ کو حل کرنے کے لئے اسلامی اکیڈمی قائم کی، جس کے اندر انہوں نے قدیم وجدید دونوں کو ملا دیا اور اس خلیج کو پاٹنے کی کوشش کی ہے جو برسوں سے ہمارے درمیان حائل چلی آرہی ہے واقعہ یہ ہے کہ ان مسائل میں جتنی احتیاج علماء اور فقہاء اور مفتی صاحبان کی ہے کم وبیش اس کے قریب قریب ہی احتیاج ہمیں ان جدید علوم کے ماہرین کی ہے جن علوم کے بارے میں ہم شرعی احکام کی تحقیق کرنا چاہتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ جدید علوم کے ماہرین سے ہمیں صورت حال معلوم ہوگی یعنی صورت مسئلہ یہ بتائیں گے اور جواب آپ دیں گے۔ اور صورت مسئلہ معین کرنا بھی آسان کام نہیں ہوتا کیونکہ مشہور مقولہ ہے کہ "السؤال نصف العلم" تو نصف العلم جدید علوم کے ماہرین سے حاصل ہوگا اور باقی نصف العلم فقہاء کرام سے، مجھے امید ہے کہ یہ اکیڈمی اس سلسلہ میں مؤثر کردار ادا کرے گی اور اجتماعی اجتہاد کا میدان ہموار کرے گی۔

اجتماعی اجتہاد وقیاس کی نظیریں:

یہ اجتماعی اجتہاد وقیاس اس امت میں نئی چیز نہیں ہے غور کیا جائے تو پورے تسلسل کے ساتھ اس کی نظیریں ہمیں پچھلے چودہ سو سال کے اندر ملتی ہیں اور خود عہد رسالت ﷺ کے اندر ملتی ہیں اساری بدر (بدر کے قیدیوں) کے واقعہ میں سرور کائنات ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟ حضرات علماء کرام کو معلوم ہے کہ مشورہ کے بعد فیصلہ ہوا اس میں خطا ہوئی اور اس پر عتاب بھی ہوا، یہ اجتماعی اجتہاد تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے بھی ایسی ایک مجلس بنائی تھی ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں کہ جو بھی نئے مسائل

امت کو پیش آتے خلفائے راشدینؓ، صحابہ کرامؓ کو جمع کرتے ان سے دریافت کرتے کہ آپ نے کوئی حدیث اس سلسلہ میں حضورﷺ سے سنی ہو تو بتائیں اگر حدیث مل جاتی تو فیصلہ ہو جاتا ورنہ اجتہاد و قیاس سے فیصلہ کیا جاتا تھا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ نے اپنے شاگردوں کے ساتھ بحث و مذاکرہ کا سلسلہ قائم فرمایا اور تقریباً چالیس عظیم المرتبت تلامذہ کے ساتھ اجتماعی اجتہاد و قیاس کا سلسلہ جاری رکھا۔ عالمگیر نے فتاویٰ عالمگیریہ مرتب کرنے کیلئے علماء کرام کو جمع کیا، اس زمانہ میں حالات بدلے ہوئے تھے، نئے مسائل پیدا ہوتے تھے انہیں حل کرنے کی ضرورت تھی اس لئے فتاویٰ عالمگیریہ مرتب ہوا۔ اس زمانہ کے فقہاء کے جلیل القدر جماعت مقرر کی گئی، "مجلۃ الاحکام العدلیہ" خلافت عثمانیہ ترکی میں مرتب ہوا یہ بھی علماء کرام ہی کی ایک عظیم جماعت نے مرتب کیا۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ستم رسیدہ عورتوں کی مشکلات کا فقہی حل تلاش کرنے کے لئے متعدد حضرات کو "الحیلۃ الناجزہ" کی ترتیب کیلئے مقرر فرمایا، میرے والد ماجد اور مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی ان میں شامل تھے اس میں کئی مسائل میں فقہ مالکی پر فتویٰ دیا گیا ہے لیکن اس فتوی کو شائع نہیں کیا گیا جب تک ہندوستان کے تمام ارباب افتاء سے مراجعت نہیں ہوگئی اور اصحاب افتاء کی آراء اور تنقیدیں حاصل نہیں ہوگئیں۔ حرمین شریفین کے فقہاء سے خط و کتابت ہوئی۔ ان تمام مراحل کے بعد اس کو کتابی شکل میں شائع کرایا۔

اجتماعی مسائل میں انفرادی فتاوی سے احتراز:

میرے والد محترم فرماتے تھے ایسے اجتماعی مسائل جو پوری امت کو درپیش ہیں یا ملک کے تمام مسلمانوں کو درپیش ہیں ان میں انفرادی فتاوی نہ دیا جائے ان میں باہمی مشورہ نہایت ضروری ہے اور تمام بزرگوں کا یہی طریقہ رہا ہے چنانچہ پاکستان میں بھی والد ماجد اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے ایک مجلس قائم کر رکھی تھی جو آج بھی مجلس تحقیق مسائل حاضرہ کے نام سے موجود ہے۔ اس مجلس کی طرف سے کئی رسائل شائع ہوئے ایک ایک مسئلہ پر بعض اوقات دو دو سال تک تحقیق ہوتی رہی۔

اپنے خیالات پر تنقید سننے میں وسیع الظرفی:

میں عرض کروں گا کہ اپنے بزرگوں نے ہمیں یہ طریقہ بتلایا ہے کہ مسائل کی تحقیق اور اپنے خیالات پر تنقید سننے کے معاملہ میں کتنا وسیع الظرف ہونا چاہیئے میں اور میرے بھائی مولانا محمد تقی عثمانی اس زمانے میں جب یہ ل اعضاء انسانی کی پیوند کاری کے مسئلہ پر اور پراویڈنٹ فنڈ اور دوسرے مسائل پر تحقیق کر رہی تھی، درجہ تخصص فی الافتاء میں زیر تربیت تھے، آپ جانتے ہیں کہ وہ آدمی جو ابھی درس نظامی سے فارغ ہوا ہو اور درجہ تخصص فی الافتاء میں تربیت حاصل کر رہا ہو اس جیسی مجلس میں وہ کیا مشورہ دے سکتا ہے کیا مدد پہنچا سکتا ہے؟ لیکن ہم دونوں بھائیوں کو اور تخصص فی الافتاء کے دیگر طلبہ کو اس مجلس میں والد صاحب علماء کرام کے ساتھ حکماً بٹھاتے اور ہم سب کو بحث و تحقیق میں شریک کرتے تھے، اس میں انہوں نے ہمیں اتنا جری بنایا تھا کہ جہاں مفتی اعظم پاکستان اور مولانا محمد یوسف بنوری جیسے

جلیل القدر علماء کرام گفتگو کر رہے ہوں مسائل پر اجتہادی بحث کر رہے ہوں وہاں ہم لوگ صبح سے شام تک نہ جانے کتنی بار ان کی بات پر اعتراض کرتے، اور ان سے سوالات کرتے تھے، ان دونوں حضرات کو میں نے دیکھا کہ ہماری طالب علمانہ آراء کو وہ ایسے ہمہ تن گوش ہو کر سنتے تھے جیسے کسی پیاسے کے سامنے پانی آ گیا ہو۔ ظاہر ہے کہ اس کی وجہ یہ نہیں کہ ہمارے پاس دلائل زیادہ وزنی تھے، بلکہ وہ ہماری تربیت کر رہے تھے ہمیں یہ بتلا رہے تھے کہ فقہی مسائل میں جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم پورا پورا وقت دیں اور صلاحیتیں صرف کریں یہ بھی اتنا ہی ضروری ہے کہ دوسروں کے نقطہ نظر کو پوری توجہ اور حق پسندی کے ساتھ سنیں، اس کے بغیر کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنا ممکن نہیں ہے۔ اس لئے مجھے امید ہے کہ ہم انشاء اللہ اسی جذبہ کے ساتھ اس سیمینار کے تمام مباحث میں حصہ لیں گے کہ ہم ہر ایک کی بات اسی توجہ کے ساتھ سنیں گے جیسے کوئی طالب علم اپنے استاد کی بات سنتا ہے اس طرح ہم لوگ بہت سارے نتائج تک پہنچ سکیں گے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انشاء اللہ مدد ہوگی۔

ہمارے بزرگوں کا ایک خاص امتیاز:

ہمارے بزرگوں کا ایک طغری امتیاز ہے بلکہ پوری امت کے علماء اہل سنت والجماعت کے تمام فقہاء کا یہ طغری امتیاز رہا ہے کہ انہوں نے اپنی بات کی پچ نہیں کی یہ حضرات علمی غرور، انانیت اور بات کی پچ سے بہت دور تھے۔ ہمارے فقہاء کرام اور اپنے تمام بزرگ، اور جن بزرگوں کو ہم نے دیکھا اگر کسی نے ان کی بات پر اعتراض کیا تو نہ صرف یہ کہ اس کو توجہ کے ساتھ سنتے تھے بلکہ اگر سمجھ میں آیا تو فوراً قبول فرما لیتے تھے اور اپنی بات سے رجوع بھی کر لیتے تھے۔ چنانچہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے امداد الفتاوی میں حوادث الفتاوی کے ساتھ ساتھ ترجیح الراجح کا ایک سلسلہ شروع کر رکھا تھا چنانچہ اگر کسی عالم نے کسی مسئلہ میں ان کی کسی غلطی کی طرف توجہ دلائی اور حضرت کی رائے تبدیل ہوگئی تو صرف یہی نہیں کہ ان کو خط لکھ دیا کہ میں نے رجوع کر لیا ہے بلکہ اس کو ترجیح الراجح میں شائع کیا جاتا تھا کہ میں نے پہلے اس مسئلہ کا جواب یہ لکھ دیا تھا فلاں صاحب کے توجہ دلانے یا بعض حضرات کے توجہ دلانے سے اب میری رائے یوں ہوگئی ہے اور میں پچھلے قول سے رجوع کرتا ہوں اب میرا فتویٰ یہ ہے۔ اس میں ان حضرات نے کبھی کوئی شرم محسوس نہیں کی اور نہ ہی کسی دوسرے نے ان کے درجہ میں کمی محسوس کی۔ بلکہ ان کے اس اعتراف نے ان کی عظمت میں اضافہ کیا ہے ہمارے والد ماجد کے فتاوی کا مجموعہ امداد المفتیین کے نام سے شائع ہوا (جو در اصل اس کا تھوڑا حصہ ہے اگر مکمل شائع ہو جائے تو بیس پچیس جلدیں ہوں گی۔) اس میں بھی حضرت نے ایک مستقل باب قائم کر لیا تھا۔ **اختیار الصواب لمختلف الابواب** اگر کسی مسئلہ میں ان کی رائے تبدیل ہو جاتی تو رجوع فرما کر اس باب میں شائع فرما دیتے تھے۔ اس بات کو میں اس لئے بیان کر رہا ہوں کہ اس زمانہ میں ہمارے بزرگوں کی یہ سنت مردہ ہوتی جا رہی ہے۔ کسی ایک مفتی کے قلم سے اگر فتویٰ نکل گیا تو اب یہ بہت کم رہ گیا ہے کہ توجہ دلانے اور خطا ظاہر ہونے پر

رجوع کرلیں۔ اب بھی الحمدللہ ایسے حضرات علماء حق موجود ہیں جن کے سامنے اگر دلائل ان کے معارض آجائیں تو رجوع بھی کرنے میں ان کو تامل نہ ہوگا۔ لیکن اب ایسے حضرات بہت شاذ و نادر ہیں ورنہ ہر ایک اس کوشش میں رہتا ہے کہ میرے قلم سے جو بات نکلی ہے اس کو منوایا جائے۔

اعضاء انسانی کی پیوندکاری:

ہم نے اپنے بزرگوں کو الحمدللہ دیکھا ہے ان سے سیکھا ہے اعضاء انسانی کی پیوندکاری کے مسئلہ میں مجلس تحقیق مسائل حاضرہ میں تقریباً دو سال تک بحث ہوتی رہی ہے بے شمار سوالات آئے ہوئے تھے ان سب کو روکا گیا تھا اور پوچھنے والوں کو لکھ دیا کہ اس مسئلہ پر تحقیق ہو رہی ہے وقت لگے گا جب تحقیق ہو جائیگی تو آپ کو جواب دیا جائے گا۔ سوال یہ تھا کہ ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے جسم میں منتقل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ نیز ایک انسان کا عضو تناسل کاٹ کر دوسرے انسان کو لگانا اگر ممکن ہو جائے تو اس کا کیا اثر پڑے گا، ثبوت نسب سمیت حلال وحرام کے بہت سارے مسائل پیدا ہوں گے۔ اس بناء پر سوالات کی تحقیق شروع ہوئی اور جواب لکھا گیا، اس جواب کا حاصل یہ تھا کہ انسانی اعضاء سے پیوندکاری تو جائز نہیں، البتہ ایک انسان کا خون دوسرے انسان کے بدن میں داخل کرنا حالت ضرورت میں جائز ہے فروخت کرنا جائز نہیں، اگر کوئی شخص پیسوں کے بغیر نہیں دیتا تو قیمت دینے والا اگر مجبور ہے تو گنہگار نہیں ہوگا قیمت لینے والا گنہگار ہوگا، یہ حاصل تھا اس جواب کا حضرت والد صاحب کی وفات کے بعد اعضاء انسانی کے متعلق عالم اسلام کے دیگر دارالافتاؤں سے کچھ فتاویٰ جاری ہوئے جو ہماری نظروں سے گذرے اور کچھ حضرات علماء کرام نے اس سلسلے میں جو کام کیا تھا اس میں کچھ نئے دلائل اور ایسے مسائل آئے جن سے اس بات کی ضرورت بڑی شدت سے محسوس ہو رہی ہے کہ اس مسئلہ پر از سر نو غور کیا جائے بہت ممکن ہے کہ جو فتویٰ عدم جواز کا دیا گیا تھا اور پاکستان میں شائع ہوا تھا ان دلائل پر غور و مشورے کے بعد اس فتوی سے رجوع کیا جائے اس فتویٰ پر دستخط کرنے والے جو حضرات موجود ہیں وہ رجوع کرلیں اور جو حضرات اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں ہمیں امید ہے کہ ان کی روحوں کو اس سے تسکین حاصل ہوگی۔

معروضات کا خلاصہ:

میری معروضات کا خلاصہ دو باتیں ہیں ایک تو یہ کہ اپنی بات کی پچ اور اپنی بات کو ہر قیمت پر منوانے کی کوشش، یہ ہر تحقیق کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اس سے بہر حال بچنا چاہئے اور دوسرے یہ کہ اجتماعی مسائل میں باہمی مشورہ کے بغیر انفرادی فتاویٰ جاری کرنے سے حتی الامکان گریز کرنا چاہیئے۔ اجتماعی اجتہاد و قیاس کا جو کام اسلامی فقہ اکیڈمی نے اپنے سر لیا ہوا ہے وہ عظیم کام ہے مشکل ہے کٹھن ہے لیکن وقت کی سب سے بڑی پکار ہے۔

جدید فقہی مسائل کے بارے میں علماء پاکستان کی کوششیں:

پاکستان میں بھی الحمد للہ اس سلسلے میں خاصی پیش رفت اور خاصا کام ہوا ہے، چونکہ مجھ سے خاص طور پر فرمائش کی گئی ہے کہ اس سلسلے میں بھی کچھ عرض کروں، اس لئے چند منٹ اس موضوع پر بھی لوں گا۔ نجی طور پر تو وہاں بھی اس طرح کام چل رہا تھا جیسا کہ ہندوستان میں بھی الحمد للہ جگہ جگہ ہو رہا ہے۔ پاکستان میں بھی بعض علماء کرام نے بعض مجالس قائم کی ہیں جیسے مجلس تحقیق مسائل حاضرہ لیکن بڑے پیمانے پر کام کی ضرورت تھی جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء دیوبند، علماء بریلوی اہل حدیث سب حضرات جمع ہوں اور ان مسائل کا حل تلاش کریں اس سلسلہ میں سرکاری سطح پر افسوس ہے کہ ۱۹۷۷ء سے پہلے کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوئی، ۱۹۷۷ء میں پاکستان میں ایسے حالات پیش آئے کہ جنرل محمد ضیاء الحق صاحب مرحوم کو زمام اقتدار سنبھالنی پڑی، جب وہ آئے تو ہم سب لرزہ براندام تھے کہ فوجی جنرل آگیا پتہ نہیں کس مزاج کا انسان ہوگا؟ کس راستے پر چلے گا لیکن جب اس کو قریب سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ الحمد للہ یہ علماء کرام اور بزرگوں کا عقیدت مند ہے، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ ان کے بہنوئی حضرت تھانوی سے بیعت تھے انہوں نے الحمد للہ کئی بڑے کام کئے جس میں صرف بعض کا تذکرہ مختصر وقت میں کرسکوں گا۔

اسلامی نظریاتی کونسل کی خدمات:

ایک "اسلامی نظریاتی کونسل" جو دستور کی رو سے پہلے ضروری تھی اور پہلے سے موجود تھی لیکن اس میں علماء کو نہیں رکھا گیا تھا اس میں انہوں نے یہ کیا کہ اچھے اچھے ماہر علماء کو اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل کیا۔ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، مولانا محمد تقی عثمانی، اور بڑے بڑے علماء کرام کو اس میں شامل کیا اور ان سے کہہ دیا کہ اس کام میں جن وسائل کی ضرورت ہوگی وہ سب آپ کو فراہم کی جائیں گی پس جو کام آپ حضرات اسلامی فقہ اکیڈمی سے کر رہے ہیں۔ الحمد للہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل نے کئی سال بڑی تیز رفتاری کے ساتھ کیا، اور جو مسائل درپیش تھے ان کو حل کیا لیکن ان کا کام زیادہ تر قانون سازی سے متعلق تھا کہ ان میں کیا کیا تبدیلیاں لائی جائیں، اگرچہ وہ بھی بہت بڑا کام تھا کونسل کے ذمہ داروں سے جنرل ضیاء الحق صاحب نے کہا کہ آپ لوگ بینکنگ کو بلکہ پورے مالیاتی نظام کو سود سے پاک کرنے کے لئے تجاویز دیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل نے ایک پینل مقرر کیا۔ جس میں متبحر علماء کرام بھی شامل تھے بینکنگ کے ماہرین بھی اور جدید اقتصادیات کے ماہرین بھی۔ پینل نے شب و روز محنت کر کے اسلامی بینکاری اور بلاسود بینکاری پر ایک مفصل اور جامع رپورٹ پیش کی یہ تو آپ کو معلوم ہوگا کہ الحمد للہ پورے عالم اسلام میں بلکہ صرف مسلم ممالک میں ہی نہیں دیگر ممالک میں جہاں بھی مسلمان آباد ہیں اب یہ جذبہ قوت سے پیدا ہو رہا ہے کہ سودی نظام جس کو اللہ تعالیٰ نے اعلان جنگ قرار دیا ہے اس سے جس طرح بھی ممکن ہو جان چھڑائی جائے، مختلف ممالک میں اسلامی بینکاری اور بلاسود بینکاری پر کام ہو رہے ہیں، لیکن